اُستاد بھاٰواں

(سائیں سُچّا)

مزنگ میں ٹیمپل روڈ کی سڑک ریگل کے چوک سے شروع ہو کر چونگی تک جاتی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف سفاں والا چوک تک بنگلے نما کوٹھیاں تھیں، جن میں زیادہ تر وکیل اور کاروباری طبقہ رہتا تھا، پھر سفاں والے چوک سے لے کر مزنگ چونگی تک سڑک کی دائیں طرف پرانا مزنگ تھا، بائیں طرف کُچھ نئے مکان اور کوٹھیاں تھیں۔ لیکن بھونڈ پورا چوک کے بعد دائیں طرف مزنگئے اور بائیں طرف بھونڈ پُورئے رہتے تھے، جن کا آپس میں سخت مقابلہ تھا؛ ویسے، ان میں اکثریت ارائیوں کی تھی جو باقی لاہور سے مقابلہ میں اکٹھے، لیکن آپس میں زبردست حریف تھے۔ کبڈی، کشتی اور کرکٹ میں مقابلوں میں بھاٹی اور اندرون شہر ایک طرف اور مزنگ و بھونڈ پورہ دوسری طرف۔ کوئینز روڈ کی سڑک پر، جو ملکہ کے بُت سے شروع ہو کر مزنگ چونگی پر ختم ہوتی تھی، ایک بہت پرانا، رومن انداز میں بنا ہُوا ایمفی تھیٹر تھا جہاں اُن دنوں، ۱۹۵۰ سے لے کر ۱۹۶۰ تک، کبڈی اور کشتی کے دنگل ہوا کرتے تھے۔ بعد میں یہ سنا ہے کہ وہاں ایک تالاب بن گیا تھا جس میں مچھیاں پالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس تھیٹر کے سامنے آوا پہاڑی تھی۔ میں اور میرے دوستوں نے اپنا بچپن اُس تھیٹر اور پہاڑی کے اِرد گرد گزارا تھا۔ پہاڑی کا وہ رُخ جو کوئینز روڈ کی طرف تھا، اور جہاں بہت بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں، اُسے بہت خوبصورت پودوں اور چھوٹے پیڑوں سے سجایا جاتا، اور بہار میں تو وہاں پھولوں، پرندوں اور جُگنوؤں کی بہتات ہُوا کرتی تھی۔ لیکن اسی پہاڑی کا جو رُخ بھونڈ پورے کی طرف تھا بالکل بنجر زمین تھی، جہاں مزنگ کے آدم بیزار افراد پھِرا کرتے تھے۔

یہی پہاڑی استاد بھاٰواں کا اڈّا تھا۔ ویسے تو بھاٰوان آلو چھولوں کی چھابڑی لگاتا تھا، لیکن ہر صبح وہ اس پہاڑی کے پتھروں کی صحبت میں "من تڑپت ہری درشن کو" اور چند دوسرے کلاسیکل گانوں کی مشق کیا کرتا تھا۔ گرمی ہو یا سردی، پرندے جاگیں یا نہ جاگیں، استاد وہاں ضرور ہوتا تھا۔ بھاٰواں کو استاد کا تخلص بھی ہم نے ہی دیا تھا۔ اُس نے کسی سے گانا سیکھا نہیں تھا، اور اپنا اُستاد خود ہی تھا؛ چناچہ، ہم نے بھاٰواں کے ساتھ استاد کا اضافہ کر دیا تھا۔

تمام دِن تو وہ مزنگ کے مختلف علاقوں میں اپنی چھابڑی لگاتا، لیکن شام ڈھلے وہ بھونڈ پورے چوک میں آجاتا اور آلو چھولوں کی پلیٹ کی فروخت کے ساتھ ساتھ مختلف شوقینوں کی چٹکیاں اور چُٹکلے بھی سہتا۔ بھونڈ پورے کا چوک اُن دنوں میں رنگین مزاج لوگوں کا اڈّا تھا۔ مولوی فروٹ والا بہترین پھل رکھتا تھا، شفیق کبابوں والے کا جواب ہی نہ تھا اور میہدھا اپنے چائے خانہ میں رات کو دیر تک چائے پلاتا اور ریڈیو سیلون سے گانے سُناتا تھا۔ رات کو دو تین بجے تک وہاں گہما گہمی رہتی تھی۔ ہمارا گھر مہیدھے

کے ہوٹل کے اوپر تھا؛ نتیجتاً" میں نے آج تک سونا نہ سیکھا۔ رات کے ایک بجے بھی اگر "تیرا جانا" ریڈیو پر لگے تو وہ میرا دروازہ کھٹکھٹا دیتے کہ "بئو، تیرا گانا لگّا ہویا اے"۔

اُستاد بھاٰواں کے مداحوں میں ہم بھی شامل تھے۔ رات کو اگر بھُوک لگے تو چند دوست اور میں بھاٰواں سے فرمائیش کرتے تھے ،"استاد، آج ذرا من تڑپت ہو جائے۔"

استاد بھاٰواں یہ گانا ہمیشہ آنکھیں بند کر کے گاتا تھا، اور جب وہ اپنی لگن میں آسمان کی طرف دیکھ کر گا رہا ہوتا تھا تو ہم نیچے سے اُس کی چھابڑی خالی کر دیتے۔ بھاٰوان کو بالکل علم تھا کہ ہم نے گانے کی فرمائیش کیوں کی اور ہم کیا کریں گے، لیکن نہ تو اُس نے کبھی ہماری فرمائیش رد کی تھی اور نہ ہماری یلگار کے دوران اپنا گانا توڑا تھا۔ لیکن گانا ختم ہونے پر جو ہمیں گالیاں پڑتی تھیں، اُن کا مزا آلو چھولوں سے بھی زیادہ تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کا دِل بھر جانے پر ہم اُس کا بِل بھی ادا کر دیں گے۔ معلوم نہیں یہ ڈرامہ کتنی مرتبہ ہُوا ہو گا، لیکن ہر دفعہ اس کا مزا علیحدہ اور آج تک اُس کی یاد امر ہے۔

پھر ۱۹۶۰ میں ایک دن میں مزنگ چھوڑ کر برطانیہ چلا آیا- سب ناطے ٹوٹ گئے!

۱۹۶۸ میں جب میں دوبارہ لاہور گیا، تو چند دِن کی ضروری علیک سلیک کے بعد میں مزنگ تک پہنچا۔ شام کو مہید ھے سے ملاقات ہوئی تو پتہ چلا کہ کون ابھی ہے، کون نہیں اور کون کہاں۔ شام اور ڈھلی تو بھاٰواں کی یاد اُبھری۔

"بھاٰواں کیتھے اے؟"

"کدی کدی دسدا اے، پر بھیڑے حال وچ اے۔"

"کوئی ملاقات تے کرا۔" میں نے مہید ھے سے کہا۔

"ٹھیک اے، کل آجائیں۔"

میں اگلی شام جب وہاں پہنچا تو بھاٰواں پہلے سے موجود تھا۔ مجھے کرسی دی گئی تو میں نے بھاٰواں کے لئے بھی کرسی مانگی۔

"بئو، رین دے، مینوں پتہ اے میں کتھے بینا اے،" یہ کہہ کہ وہ میرے سامنے پھٹّے پر بیٹھ گیا، پر میرے اسرار کرنے پر اُس نے کرسی قبول کر لی ۔ میں یہ کہنا بھول گیا کہ بھاٰواں کا حلیہ وقت کے چکر سے باہر تھا۔ جیسا میں نے اُسے بچپن میں دیکھا تھا وہ آج بھی ویسا ہی لگ رہا تھا۔ کچھ اور دوستوں کا پتہ چلا کہ اُن کے ساتھ کیا ہُوا۔ چائے پی گئی، پھر میں نے اُس سے بہت عاجزی سے "من تڑپت" کی فرمائیش کی۔

"میں تے گانا چھڈ دتا اے۔" بھاواں نے کہا۔

"کیوں؟"

"بئو، جدوں توں ٹُر گیا تے تیرے نال سارے تیرے یار وی غیب ہو گئے۔ تے فیر میں کیدے لئی گاندا؟" اُس کی آنکھوں میں یاد، یاس اور پیار چھلک رہے تھے۔

سناٹا چھا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ بولا، "پر میں اج تیرے لئی گاواں گا؛ پر دس، تو آلو چھولے کِتھوں کھائیں گا؟"

"تو اوہدا نہ سوچ، میں تیری غیبی ٹوکری وِچوں کھانواں گا۔"

"تے فیر ہو جائے؟" اُستاد نے پوچھا۔

"ہو جائے!"

اُس کے بعد یاد نہیں کتنی دیر وہ محفل جمی۔ جناب اُستاد بھاواں نے دل کھول کر سُنایا۔ ہمارے اور گِرد بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ جب اُس کا من بھر گیا تو اُس نے گانا بند کر دیا۔ میں نے ہاتھ باندھ کر اُس کا شکریہ ادا کیا، اور پھر پُرانے وقتوں کی مانند جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"بئو، رین دے! اے تیرے تے چڑھ گئے۔ فیر کدی مِلاں گے تے چُکا دئیں۔"

پھر استاد بھاواں وہاں سے چلا گیا۔

آج ۵۲ سال بعد بھی مجھے پر اُس کی یاد اور اُس رات کے بِل کا قرض باقی ہے۔

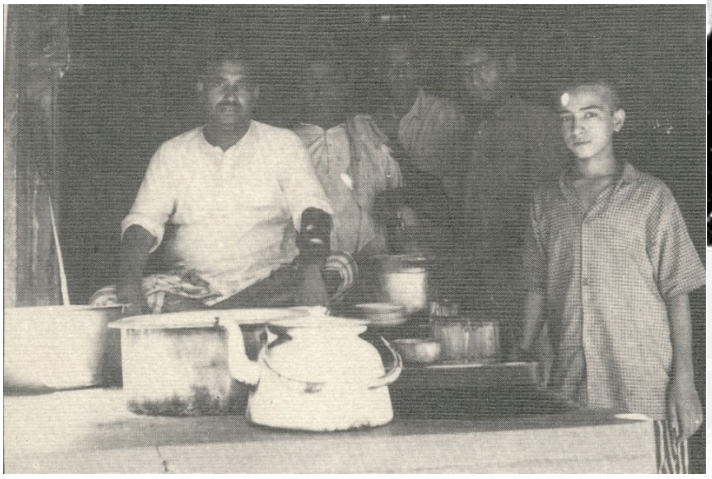

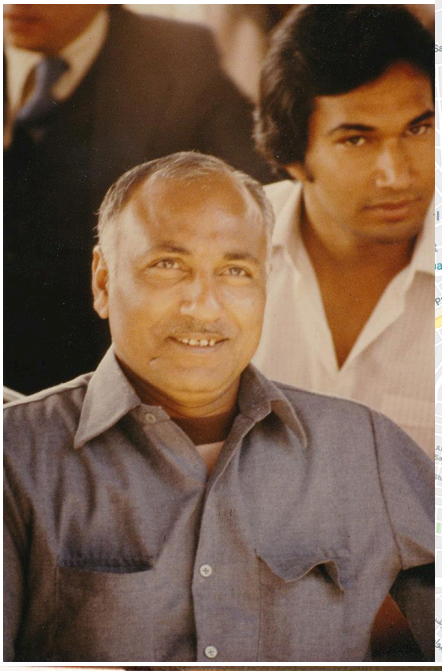

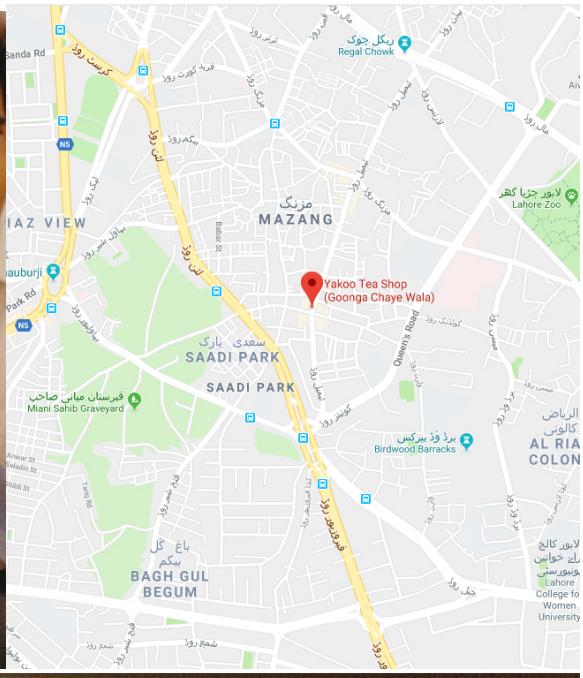

Regal Chowk
MAZANG
Lahore Zoo
Yakoo Tea Shop
(Goonga Chaye Wala)
Queen's Road
SAADI PARK
SAADI PARK
Miani Sahib Graveyard
Birdwood Barracks
BAGH GUL
BEGUM
N5

WELCOME
TAXI